١٢٩٥ھ

اسکی تاریخ (آفتابِ ضیا) اور (جمالِ قاسمی) سے اسے نامزد کرکے اپنے خاتمہ بالخیر کی استدعا کرتا ہون گو
ایسے مضامین اور ایسونکی لڑی کے قابل اپنے آپکو نہین جانتا مگر آخر پتے پہولون کی اور سوت موتیون
اور مصری کے کوزون کے ساتھہ ہاتھون ہاتھہ رہتے ہین عجب نہین کہ ایسونکے نام کے ساتھہ نام رہنے
سے یہہ نامہ سیاہ بہی ہمیشگی کے ساتھہ کا مستحق ہوجاوے اور اتحادِ قدیم کیوجہ سے المرء مع من احب کا مورد بنجاوے

آغازِ نقلِ خطوطِ مخدوم و مطاع نیاز مندان حامیِ دین سلالۂ خاندانِ نبوۃ جناب مولوی سید محمد جمال الدین
شاہ صاحب مدظلکم یہہ آپکا نیاز مند محمد قاسم سلام مسنون عرض کرتا ہے اور یہہ عرض کرتا ہے کہ آپ ہی
اول اس تحریر کے باعث ہوئے آپ ہی کو نقل کرانے کے لئے عرض کرتا ہون - مخدوم من لفظِ وحدۃ الوجود
یون تو ہر عام و خاص کی زبان پر چڑہا ہوا ہے پر اس ایک لفظ کو دیکہا تو باعتبارِ مذاق اور نیز باعتبارِ فہم
کہین اس لفظ کی کچھہ معنی ہین کہین کچھہ معنی ہین اہلِ حال اور جو اونکی کلام کو بے سوچے تصدیق کرتے ہین وہ
تو وحدۃِ وجود بولتے ہین اور وحدۃِ موجودات مراد لیتے ہین اور جو لوگ الفاظ سے موافق ہدایۃ دلالۃ
وضعی معانی تک پہونچتے ہین اونکے یہ معنی کب پسند آئینگے وہ تو وحدۃِ وجود سے وحدانیۃ صفۃِ وجود ہی مراد لینگے
وحدۃِ موجودات یعنی موصوفات بالوجود ہرگز اس لفظ سے نہین سمجھہ سکتے جب یہ بات ذہن نشین خدام
والا مقام ہوچکی تو اب اس نیاز مند کی بہی سنئے وحدۃِ موجودات تو حال ہی اور وحدۃِ وجود حقیقۃ الحال اول
فقط شہود اور مشاہدہ حالی سے متعلق ہے واقعیۃ سے اوسکو کچھہ علاقہ نہین اور اسیلئے اس وحدۃِ وجود کو
اگر وحدۃِ شہود کہئے تو بجا ہے اور وحدۃِ وجود بمعنی اتحادِ صفۃِ وجود امرِ واقعی خارجی معلوم ہوتا ہے اسکا
مشاہدہ تو اون لوگون کا کام ہے جو مغلوب الحال نہین حال اون پر غالب نہین اور اسیلئے اونکو ابن الحال
نہین کہہ سکتے خطابِ ابو الحال اونکو مناسب ہے پر براہ استدلال ہم سے خستہ حال بہی اس مضمون تک پہونچ سکتے
ہین اس نارسائی پر اتنی رسائی تو ہم سے گناہ گارونکو بہی حاصل ہے کہ تمام صفات کا پہیلاوا عالم مین بطور عروض
ہے شرح اس معمّا کی یہ ہی کہ اتصاف کی کل دو صورتین ہین ایک تو یہ کہ صفۃ اپنی موصوف سے صادر ہو
اور اوسکا موصوف اوسکی حق مین مصدر ہو یعنی صفۃِ مذکورہ موصوف مذکور کی حق مین عطاءِ غیر نہو بلکہ خانہ زاد ہو
مثلاً جیسے شعاع حرارۃِ آتش اور نورِ آفتاب آتش اور آفتاب کے حق مین صفۃِ خانہ زاد اور اونہین سے
صادر نظر آتے ہین عالم اسباب مین کوئی سبب ایسا نظر نہین آتا جو آفتاب اور آتش کے حق مین اسی طرح

واسطہ حصول نور و حرارۃ ہوا جیسی آفتاب و آتش زمین و آب گرم وغیرہا کی حق مین واسطہ حصول نور و حرارۃ
ہو جاتی ہین دوسری یہ صورۃ ہی کہ صفۃ اپنی موصوف پر خارج سے اکر واقع ہوئی ہو وہ صفۃ اوس موصوف کی حق
مین صفۃ خانہ زاد نہو بلکہ عطاء غیر ہو اس قسم کو عرض کہیئے تو بجا ہے اور اس وقوع صفۃ کو عروض کہیئے تو زیبا ہے
اور یہی جو یہہ عرض کیا تہا کہ صفات کا پہیلاو عروض سے ہوتا ہے اوس عروض سے یہی عروض مراد تہا
اور وجہ اس کی یہ ہے کہ مصدر وصفت تو ایک ہی ہوتا ہے اور اوسیکو موصوف بالذات اور موصوف اول
اور موصوف حقیقی بھی کہنا چاہیئے اگر اوسکی وحدۃ ضروری نہو تو خدا کی واحدانیتہ بہی ضروری نہین ہو سکتی
مطلب یہ ہی کہ خدا اوس ذات پاک کو کہتی ہین کہ خود مصدر وجود ہو اور سوا اوسکے اور وں کا وجود اوسکے
عطاء ہو اوس سے صادر ہوکر اوروں پر واقع ہوا ہو سو اگر مصدر وصف کی وحدۃ بحیثیت مصدریتہ ضروری
نہوا کری اور مقتضای ذات مصدر وحدۃ نہو تو خدا کی وحدانیتہ بہی ذاتی اور ضروری نہو گی اگر ہو گی تو کسی
علت خارجہ کی باعث یہ وحدۃ اور وحدانیتہ ہو گی اور ظاہر ہی کہ جو وصف کسی علت خارجہ کی باعث ہوا کرتا ہے
وہ وصف موصوف کی حق مین وصف ذاتی یعنی مقتضای ذات نہین ہوتا ورنہ علت خارجہ کی ضرورت ہی کیون
ہوتی بلکہ ایسا وصف بسا اوقات معرض زوال مین رہتا ہے یہی وجہ ہی کہ حرارۃ آب گرم جو علت خارجہ
یعنی آتش کی بدولۃ اور نور زمین جو علت خارجہ یعنی آفتاب کی بدولۃ حاصل ہوتا ہے اکثر زائل ہو جاتا ہے غرض قیام
وصف ایسی صورۃ مین تا قیام علۃ خارجہ ہوتا ہے اور وجہ اسکی یہ ہوتی ہے کہ مصدر وصف اور موصوف
حقیقی وہ علۃ خارجہ ہوتی ہے سو وحدانیتہ مصدر وجود یعنی ذات پاک باریتعالی اگر مقتضای ذات باری نہو
تو پہر یہہ وحدانیتہ کسی اور علت فیض ہو گا اور وہی موصوف حقیقی بالوحدانیتہ ہو گی خدا کی وحدانیتہ حقیقی
اور ذاتی نہو گی علاوہ برین ایک وصف کی لئے متعدد مصدر یعنی مذکور ہو سکین تو اونکا تعدد ایک حرف غلط ہو جا
آخر متعدد تو یہی ہے کہ جب صدور مانا تو اول صادر کو مصدر مین ماننا پڑیگا پہر جب ایک صادر ہی اور دو
مصدر ہین تو دو حال سے خالی نہین یا تو وہ دونون وصف صادر کی لئی ایسی ہین جیسا پانی کا منبع پانی
کے لئے یعنی وہ دونون فقط گذرگاہ وصف مذکور ہین وصف مذکور کہین اور سے آتا ہی اور ان دونون مین کو
نکل کر باہر چلا جاتا ہے اس صورۃ مین تو وہ دونون مصدر حقیقی نہوئی کیونکہ اس صورت مین وصف مذکور انکی
حق مین عطاء غیر ہوا خانہ زاد نہوا اور یا یہہ کہنا پڑیگا کہ اون دونون مین تعدد حقیقی نہین بلکہ جیسا شئی واحد

پیکے حساب سی ہین اور کیکی حساب سی بیسار ہوجاتی ہی یہان بہی تعدد اعتباری ہے جو باوجود وحدۃ صادر
یہہ تعدد ہی الحاصل بشرط عقل سلیم یہہ بات ضروری التسلیم ہی کہ وصف صادر واحد ہوگا تو مصدر بہی واحد ہی ہوگا
ان خلق متعدد واحد حقیقی سے اسی طرح متصور ہی جیسی ایک آفتاب سے موافق اشکال مختلفہ روشندانون
ورصحن خانون کی دہوپ کی شکلین پیدا ہوجاتی ہین سو صدور کو خلق پر قیاس کرنا اپنی غلطی ہی صدور مین
اول اوسی شئی کا وجود ہوتا ہی جو صادر ہوتی ہے اور وقت صدور فقط اوسکا ظہور ہوتا ہے اور غیرونکو
عطا کرانا اسپر موقوف ہوتا ہی اور خلق یعنی پیدا کرنے مین اول عدم ہوتا ہے اوسکی بعد وجود کی نوبۃ آتی ہی
ورنہ پیدا کرنے کی ہی کیا ضرورۃ تہی باقی مثال درکار ہو تو نور آفتاب تو آفتاب سی صادر ہے اسیلئی اول
آفتاب مین تسلیم کرنا ضروری ہی اور اشکال مذکورہ کو آفتاب سی صادر نہین کہہ سکتے ورنہ اول آفتاب
مین اون سب کا ہونا ضرور تہا ہان آفتاب کے باعث اشکال مذکورہ پیدا ہوجاتی ہین رہی یہ بات کہ اگر
یہی بات ہی تو پہر تکثر صفات باری کی کیا ضرورۃ ہی تو اسکا جواب یہہ ہے کہ صفات باری سب باہم مترتب ہین
متساوی المراتب نہین چنانچہ وجود پر تمام صفات کا توقف بدیہی ہے ادہر علم پر ارادہ کا تعلق موقوف اور
قدرۃ وتکوین کا تعلق ارادہ پر موقوف اور ظاہر ہے یہہ توقف اوسی ترتیب کا ثمرہ ہے اگر باہم ترتیب جو ہی
نہین تو اس توقف کی ضرورۃ کیا تہی ہان اگر یون کہئے کہ جو صفات موقوف علیہا ہین وہ مصدر ہین اور
جو صفات اون پر موقوف ہین وہ اونسی صادر ہین تو البتہ یہ توقف بہی ضروری ہوگا یعنی جب ایک صفۃ
دوسری صفۃ کی حق مین اسی طرح علۃ وجود ہوئی جیسی جسم سطح کی حق مین تو جیسی سطح کا تعلق کسی چیز کے
ساتھ بے تعلق جسم ممکن نہین ایسی ہی تعلق صفۃ معلولی بے تعلق اوس صفۃ کی جو علۃ ہی ممکن نہوگا سو ہم علۃ
اوسیکو کہتی جو مصدر ہو بالجملہ صفات باہم مترتب ہین اور اسیلئی ایکدوسری کی حق مین مصدر ہی پر ذات باری
خود بے واسطہ مصدر صفۃ واحدہ وجود ہی یہ صفۃ بے واسطہ اور سوا اوسکی اور صفات بواسطہ بطور مذکور خدا کے
حق مین خانہ زاد ہین اور سوا اوسکی اور جہان کہین یہ صفات جلوہ افروز ہین وہ خدا ہی کی عطا ہین بالجملہ مصدر
وصف تو ایک ہی ہوتا ہی پر معروض کثیر اونہین کی کثرۃ صفات کی پہیلاو کی حق مین علت ہے اور اسوجہ سی صفات
مین وحدۃ ہی اور موصوفات مین تعدد اور کثرۃ اور اسکی ظاہر مثال جب سی وحدۃ صفۃ اور کثرۃ موصوفات عیان
ہوجائے کشتی کی چال مین سے نکل سکتی ہی یعنی کشتی اگر متحرک ہو تو یا لہذا تہ کشتی اور چیز ہی اور کشتی نشین اور چیز

پہراون مین سے ہی مین اور ہون اور تم اور زید اور ہی اور عمرو اور بکر با اینہمہ یہہ بدیہی ہے کہ حرکت ایک ہے
غرض صفت ایک ہی اور موصوف متعدد اتنی بات ہی کہ صفت حرکت ایک طرف حقیقی ہی اور دوسری طرف
مجازی ایک طرف سے صادر ہی اور دوسری طرف وہی واقع یہی وجہ ہے کہ کشتی نشین حرکت سکون سرعت بطوء
جہت حرکت استقامت و استدارت حرکت وقت و زمان حرکت مین اوسکی تابع مین اگر اوسکی طرف سے یہہ وقوع اور یہ عطا
ہوتی تو یہہ اتباع بہی نہوتا استقلال ہوتا سو یہی صورت وجود اور صفات باقیہ مین سمجہ لیجئے اس تقریر مختصر سے وحدت
وجود یعنی وحدت صفت وجود بہی واضح ہو گئی اور یہہ بہی واضح ہو گیا کہ جیسی باوجود وحدت حرکت متحرک جدی جدے
مین کشتی جدی اور کشتی نشین جدے اور پہر کشتی نشین بہی باہم ایک نہین مین جدے جدے ہین ایسی ہی واجب
الوجود جدا ہے اور ممکن الوجود جدا ہے اور پہر اون مین سے ہی مین اور ہون اور تم اور وہ اور یہہ نکلے تو کیا کہیئے
تمام بداہتین غلط ہو جائین اور تمام بداہتین غلط ہو جائین ہان غلبۂ محبت خداوندی مین اگر یہ سب کارخانہ ایک
نظر آئی تو دور نہین یرقان کی وقت تمام رنگ ہم رنگ نظر آتی ہین اور سبز سرخ عینک لگا لیجئے تو سب رنگ
ایک رنگ ہو جاتی ہین وجہ اس وحدت شہود کی بجز اسکی اور کیا ہی کہ قوت باصرہ اجزاء صفراوی اور عینک
مذکور مین کو ہو کر نکلتی ہی اور اسلئے اونکا رنگ قوت باصرہ پر عارض ہو جاتا ہی سو اگر کسیکی محبت دل مین ہو تو
اوسکی قوت دراکہ ہی جب کسی چیز پر واقع ہو گی تو لاجرم اوسکی قوت دراکہ کو اوسی محبوب مین سے ایطرح گذار ہو گا
جیسی قوت باصرہ کو اجزاء صفراوی اور عینک مین کو گذار ہوتا ہے غرض جو چیز کہ دل مین ہو گی وہ بالضرور نسبت
قوت ادراکیہ اوران سے ورے ہو گی اور اسلئے اوروں کی راہ مین واقع ہو گی اور وقت گذار قوت ادراکیہ
اوس محبوب کی شکل جو کہ دل مین ہی قوت ادراکیہ پر عارض ہو جائے گی اور اسلیئے جس چیز پر قوت ادراکیہ واقع
ہو گی اوس محبوب کی شکل اوس چیز مین نظر آئے گی مگر ایسی محبت اور کسی محبوب کے ساتھ ممکن ہو کہ ہو پر خدا کے
ساتہہ ضرور ممکن ہی اول تو جتنی وجوہ محبت ہین سب اوسمین ہین جود جمال کمال احسان قرابت مگر قرابت کی یہہ
معنی نہین کہ معاذ اللہ بوسیلۂ توالد و تناسل رشتہ و پیوند ہے بلکہ یہہ مطلب ہے کہ بدلالت نحن اقرب الیہ من
حبل الورید اوسکو قرب حاصل ہی جو سبب قرب تناسب جو بوجہ توسط وجود و سبب پیدائش ماں باپ کو
اور بنی نوع سے زیادہ حاصل ہی اور سوا اونکے اور اقربا کو اونکے واسطے سے بالواسطہ قرب حاصل ہی اور
موجب ہے باہم علاقہ محبت ضرور ہی تو وہ قرب جو خدا کو حاصل ہی وہ تو بدرجہ اولی موجب محبت ہو گا کیونکر یا یہ

توسط تمثیل توسطِ رنگریز جو کپڑونکی رنگنی کی وقت ہوتا ہی عادی ہی ضروری نہین اگر کپڑا ہوا کے باعث
خم نیل مین گرجائے تب بہی وہی بات ہی ایسے ہی حضرت آدمؑ اور حضرت عیسیٰؑ مین بہی وہی بات ہی
جو اور آدمیون مین ہوتی ہی اور خدا کا توسط ایسا ہی جیسا خود رنگ کا توسط سفید کپڑے کی رنگین ہونے
مین الغرض یہ توسط علۃ حقیقی ہی جسکو اصطلاح اہل معقول مین واسطہ فی العروض کہتے ہین اور وہ توسط
علۃ مجازی ہی جسکو انکی اصطلاح مین واسطہ فی الثبوت کہتے ہین اور ظاہر ہی کہ علۃ حقیقی اور اوسکی معلول
مین ایسا قرب ہوتا ہی جو نور مین اور دہوپ مین اور جسم مین اور سطح مین جیسے نور اور دہوپ اور جسم
اور سطح مین بوجہ شدۃ قرب اور کمال اتصال کسی اور چیز کی بیچ مین گنجایش نہین ہوتی ایسے ہی وجود
باری اور موجوداتِ ممکنہ مین بوجہ کمالِ قرب کچھ فاصلہ نہین ہوتا بلکہ جیسے باینوجہ کہ دہوپ اور سطح ایک
انتہاء نور و جسم ہی اور اسوجہ سے ان دونون کا تعقل اون دونون کی تعقل پر موقوف ہی یعنی پہلے اون کا
تعقل ہولے جب کہین انکا تعقل ہو ایسے ہی حقایق ممکنہ موجودہ ایک انتہاء وجود ہین اور اسوجہ سے اون کا
تعقل اوسکی تعقل پر موقوف اسکے اول اوسکا تعقل اور تصور ہولے جب کہین انکا تعقل اور تصور ہو مگر جب یہ ہے
تو پہر اگر فرض کرو دہوپ کو عقل عنایۃ ہو اور وہ اپنی تعقل کی درپے ہو تو اوسکے لئے بہی اول نور کی تعقل کی
ضرورۃ ہوگی پہر اوسکے بعد اپنا تعقل نصیب ہوگا اور اسوجہ سے یون کہنا پڑیگا کہ راہِ علم و تعقل و تصور مین
نور مذکور دہوپ سے بنسبۃ دہوپ قریب ہے کیونکہ اول آتا ہے اور خود دہوپ بنسبۃ نور اپنے آپ سے
دور ایسے ہی بوجہ مذکور وجودِ باری حقایقِ ممکنہ سے بنسبۃ حقایقِ ممکنہ نزدیک ہی اور اسلئے اگر یون کہئے کہ
نحن اقرب الیہ من حبل الورید تو بجا ہی غرض یہہ قرب وہ قرب ہے جو والدین کو نصیب ہوا ہی کہین
بڑہ کر جب وہ قرب موجب محبۃ ہی تو یہہ قرب بدرجۂ اولیٰ موجب محبۃ ہوگا الحاصل تمام وجوہ محبۃ خدا مین
موجود اور پہر ہر وجہ بوجہ اتم اور وون مین اول تو تمام وجوہ موجود نہین اور جو کچھ ہے بوجہ اتم نہین اسلئے اگر
نوبت تعلق محبت خدا کے ساتہ آئی تو نہایۃ شدید ہوگی اور پہر بوجہ قرب مذکور حجاب کی کوئی صورۃ نہین یعنی
جیسے دہوپ اور نور مین اور سطح اور جسم حجاب کی کوئی صورۃ نہین ایسے ہی حقایق ممکنہ موجودہ
یا انکا سایہ اور وجود باری مین حجاب کی کوئی صورۃ نہین اسلئے یہہ بہی احتمال نہین کہ کسیطرح اس مخبر پر نظر آن لگ
جائے پہر اس صورۃ مین اگر بوجہ غلبۂ محبۃ اس قسم کی بات کسی سے سرزد ہو جاوے جسکی طرف یہہ مخبر مشیر ہے

سمایا ہی تو میری نظروں کی ہو گئے ٭ جدہر دیکھتا ہوں اودہر تو ہی تو ہی ٭ تو کیا عجیب ہے اسپر گرفت اونہیں کو زیب دیتی ہی جو غلبہ حال یعنی غلبۂ محبت سے آگی نکل گئی ہیں اور حال اور محبت پر غالب آگئی ہیں ہمسے معزولوں کو یہہ طعن و تشنیع جو کہہ ملا کیا کرتی ہیں زیبا نہیں خطا ہے مگر ہماری صواب سے بہتر این خطا از صد صواب اولیٰ تر است الحاصل وحدتِ موجودات ایک امر مشہودی ہی امر واقعی نہیں پر وحدۃ وجود امر واقعی ہے ورنہ مثل خدا ہر موجود خدا ہو یعنی جب صفۃ وجود ممکنات کو فیضِ خدا نسمجھے اور اوسکی طرف سی صدور اور اوسکی طرف وقوع نمانیں تو ہر ایک اپنی اپنی وجود میں مستقل ہوگا اور ہر ایک غنی اور مثلِ خدا خدا سے مستغنی چنانچہ ظاہر ہے ۔ طبیعۃ تہاک گئی یہہ آپ ہی کا لحاظ تھا جو اس ناتوانی میں کچھ اوپر چار ورق بعد ظہر کل لکھے تھے اور باقی آج لکھے پسند آئینگی تو یوں امید نہیں کہ میں ایک تو کم فہم دوسرے خستہ جان اور اودہر آپ کی نظر میں بڑے بڑے کاملوں کے کلام اسلئے یہہ استدعا ہے کہ تعمیلِ ارشاد تو ہو چکی اب اس نامہ سیاہ کو بعد ملاحظہ آپ واپس فرماویں اگر بوجہ حسنِ اخلاق یا حسنِ ظن رکھتا ہی مدنظر ہو تو جہاں ہینے آپ کی خاطر اس ناتوانی میں یہہ سخت جانی کی ہے آپ میری خاطر نقل کی تکلیف اوٹہائیں اور بعد نقل عنایت فرمائیں ۔ العبد محمد قاسم دوم ذیقعدہ ۱۲۹۵ ہجری روز سہ شنبہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم مخدوم و مخدوم زادۂ آفاق جناب مولوی سید محمد جمال الدین شاہ صاحب سلمکم اللہ تعالیٰ یہ آپ کا نیاز مند محمد قاسم اول سلام مسنون عرض کرتا ہے اور پہر یہہ عرض کرتا ہی چند روز ہوئی آپ کا عنایت نامہ میری سرفرازی کا باعث ہوا اوسکا شکریہ ادا کرتا ہوں اور اس تقصیر تاخیر جواب کا عذر عرض کرتا ہوں انشاء اللہ تعالیٰ تا مقدور سرِقی الفور جواب نامہ عرض کرتا جو ایسا سوال بن پڑتا یا تہ بن پڑتا پر کیا کروں اون دنوں یہہ خستہ جان مبتلائے بلا تہا ڈاڑہ کے درد نے ایسا بے تاب و توان کر رکہا تہا کہ کیا عرض کروں اوسکی بعد ناتوانی نے کچھ ہونے دیا وہ کچھ کم ہوئی تہی تو کچھ کچھ اعضا شکنی اور خفیف سا بخار دسا رہنے لگا ہے تو آج ہی جواب دیتی ہے مگر کب تک یہہ انتظار کیجئے کہ طاقت آئے اور نقاہت جاتی اور میں جواب لکہوں اپنی معلومات ہی کتنی ہیں جسکے واسطی اتنا انتظار کیجئے اور آپ سے انتظار کرائیے جو کچھ ہے ابہی عرض کئے دیتا ہوں ۔ سماع ہو نا حق کے تفصیلی احوال یہہ معروض ہے کہ یہہ امر قدیم سے مختلف فیہ ہے دوسری ضروریاتِ دینی اور عقائدِ ضروریہ میں سے ہوتی تو اسکی ترجیح قرار واقعی تو بعد مرگ ہی معلوم ہوگی اگر بعد مرگ بہی اور دونکا سلام و پیام سن لیا تو سماع نہیں ...

سماع متحقق ہوجائیگا علاوہ بریں طرفین مین بڑے بڑے اکابر اگر ایک طرف مین بالکل ہورہیئے تو کسی نہ کسی طرف
والون کو برا سمجھنا پڑیگا اسلیئے اہل اسلام کو یہہ ضروری ہی کہ ایسی مسائل مین خواہ مخواہ ایسی پچ نہ کو بیٹھین
کہ دوسری طرف کو بالکل باطل سمجھہ لین جب یہ بات گوش گذار خدام ہوچکی تو اب آگی سنیئے اپنی خیال نارسا کی
موافق سمع اموات جیسے اسماع سی تو بری ہی پر استماع اموات ممکن ہی یہی وجہ معلوم ہوتی ہی کہ خدا نے
انک لا تسمع الموتی فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی باوجود اسکی سلام اہل قبور مسنون کردیا اگر استماع ممکن
نہین تو پہر یہ بیہودہ حرکت یعنی سلام اہل قبور ملحدون کی زبان درازی کی لیئے کافی ہی تفصیل اس اجمال کی
یہ ہی کہ کبھی آوازمین ایسی قوۃ ہوتی ہی کہ بی تکلف ہر صاحب سمع اوسکو سنلیتا ہے اس صورت مین تو
سمع سامعین حد اسماع مین ہوتا ہی اور کبھی بوجہ ضعف آواز متکلم سننی والون کو سر جھکانے اور کان لگانیکی
ضرورۃ پڑتی ہی اس صورۃ مین اصل مین تو سمع سامعین حد اسماع سے خارج ہوتا ہے پر بعد سر جھکانی اور کان
لگانی کی حد اسماع مین آجاتا ہی اسلیئے اسکو استماع کہیئے اور نفی اسماع کیجی تو بجا ہے کیونکہ بوجہ ضعف آواز عدم
اسماع تو ظاہر ہے مگر جب سامعین کی طرف سی اہتمام ہو تو اونکی طرف سی اخذ اور تحصیل ہوا اور ظاہر ہی کہ استماع
مین بنسبت سماع ایک مضمون اخذ ہوتا ہی چنانچہ خواص ابواب کی جاننی والی اور محاورات عرب کے پہچاننے
والی ان فرقونکو خوب جانتے ہین یہ مقدمہ تو معروض ہوچکا اب آگی چلیئے روح کی حیات اور صفات حیات
یعنی وہ صفات جو حیات پر موقوف ہین مثل سمع و بصر اصلی اور ذاتی ہین یعنی یہہ صفات روح سی صادر ہوتی
ہین اور عالم اسباب مین اوسکی حق مین خانہ زاد ہین اور جسم کی حیات اور صفات مذکورہ عرضی ہین یعنی عطاء
روح ہین روح سی صادر ہوکر اوسپر واقع ہوتی ہین اتنا فرق ہی کہ حیات جو تمام صفات روحانی کی اصل ہے
تمام جسم کو محیط ہوتی ہے اور قوۃ باصرہ اور قوۃ سامعہ وغیرہ قوای خاصۃ اعضای مخصوصہ کی ساتھ مخصوص
ہوتی ہین مگر ہرچہ بادا باد جو کچھہ ہی وہ فیض روحانی ہی یہی وجہ ہی جب تک تعلق روحانی ہی جبہی تک حیات
جسمانی اور صفات روحانی کی یہی جسم مین جلوہ گری ہے ورنہ جیسی قبل تعلق کچھہ نتہا ایسی ہی بعد انفکاک تعلق
بھی کچھہ نہین رہتا البتہ قبل حدوث تعلق اور بعد انفکاک تعلق مین اتنا فرق ہوتا ہی جیسی قبل محبۃ اور بعد فراق
مین فرق ہوتا ہے یعنی قبل تعلق محبۃ محبوب سے کچھہ تعلق نہین ہوتا اور جب تعلق محبۃ ہوچکا تو پہر بعد فراق بہی غم
محبوب کا دہیان رہتا ہے اور اسلیئے اسوقت جتنی محبوب کی خبر ہوتی رہیگی اوتنی قبل تعلق محبۃ ہرگز نہ تہی

وجہ اسکی وہی ہی کہ اب بطور استماع مذکور ادہر سے تعلق اور اخذ رہتا ہی وجہ اس تشابہ کی تو اسی سے ظاہر ہے
کہ روح اصل مین ایک عالم علوی کا نور پاک اور جسم اس عالم سفلی کی ایک مشت خاک اور ظاہر ہے کہ چہ نسبت
خاک را با عالم پاک پہر جو موت یعنی فراق جسم خاکی ناگوار ہی تو وجہ اسکی بجز اسکی اور کیا ہی کہ بوجہ کمال انقیاد و
کمال انتفاع وطول صحبت روح کو جسم خاکی سی محبت پیدا ہو جاتی ہی کمال انقیاد تو اس سی زیادہ اور کیا ہوگا کہ
روح کی اشارون پر کام کرتا ہی اور بی سوچی سمجھی اطاعت مین سرگرم رہتا ہی اور کمال انتفاع اس سے زیادہ اور
کیا ہوگا کہ تمام قواء روحانی بواسطہ اعضاء جسمانی کام کرتے ہین وہ نہون تو یہ سب بیکار ہین باقی طول صحبت
تو خود ظاہر ہی اور اگر طول صحبت بعضی افراد مین نہو تو وہی دو وجہ کافی ہین اس صورت مین بعد فراق توجہ
الی الجسم ضروری ہی اور اسلیئی اوسکی احوال کی تعلق بقدر امکان قریب الوقوع جب یہ مقدمہ بہی ذہن نشین
ہو چکا تو اصل مطلب سنیئی حسب تحقیق اہل عقل سماع احیاء بذریعہ ہوا ہی اور کیون نہو کوئی دیوار اور چہت
اگر بیچ مین حائل ہو جاتی ہی تو بسا اوقات باوجود قرب آواز نہین پہونچتی اور یون دور دور تک جاتی ہے
پہر جدہر کی ہوا ہوتی ہے اودہر کو زیادہ جاتی ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ واسطہ وصول آواز متکلم
اور موصل آواز یہ ہوا ہے مگر چونکہ بظاہر کیفیت وصول یہہ ہوتی ہے کہ آواز جو از قسم کیف ہی بمجرد صدور
ہوا مین آجاتی ہے اور جیسے پانی مین ڈہیلا مارنے سے چارون طرف لہرین اوٹہتی ہوئی چلی جاتی ہین
ایسے ہی بمجرد صدور آواز ہوا مین وہ کیفیت اکر چارون طرف کو پہیل جاتی ہے اور اسوجہ سے گوش
سامع تک پہونچ جاتی ہے اسلیئی یہہ یقین ہوتا ہے کہ ہوا کی یہہ لچک کیفیت آواز کو یون اوٹہاتے
پہرتی ہے اگر یہہ لچک ہوا مین نہوتی تو یہ بردایہ آواز ہی یون نہوا کرتی مگر یہہ ٹہری تو پہر یہ بہی
یقینی ہے کہ آب و خاک بہی اپنی اپنی لچک کی موافق آواز کو پہونچا سکتے ہین کیونکہ ان دونون مین
بہی یہ لچک موجود ہے بہت نہین تہوڑی ہی سہی پانی کا حال تو خود ظاہر ہے رہی یہ خاک اوسکی
لچک درختون کی نکلنے اور کہونٹون کے گاڑنے سے آشکارا ہے اگر زمین مین قدر قلیل مضمون
سیلان یعنی وہ لچک نہین ہے تو موٹی موٹی جڑون اور بڑے بڑے کہونٹون کی گنجائش کی پہر
کیا صورت ہے اسلیئی یہ ضرور ہے کہ یہ دونون چیزین ہی آواز کو تہوڑا بہت پہونچایا کرین اور اہل
کمال کو اپنے ادراک کی مطابق پایا بگہیون کی کہڑ کہڑ کی آواز زمین مین خود محسوس ہوتی ہے چنانچہ

بالبداہتہ ہمیں شاہد ہے کہ زمین بہی واسطہ ایصالِ آواز ہے البتہ وہ بات نہین جو ہوا مین نظر آتی ہے
القصہ زمین بہی آواز کو پہونچاتی ہے مگر بہت کم ادہر بعدِ مرگ روح کو جسم خاکی سے بہت کم علاقہ رہگیا
اور جو کچھ تہا بہی تو جسم مذکور کی شکل وصورۃ کے بگڑ جانے نے اوسکو اور بہی گہٹا دیا یعنی بعد مرگ وہ
علاقہ تسلط تو باقی نرہا یہی وجہ ہے کہ بعد مرگ جسم و اعضاے جسمانی سے روح کچھ کام نہین لے سکتی
البتہ علاقہ محبۃ باقی تہا سو شکل وصورۃ کے بگڑ جانے نے جو سبب عظیم نفرۃ ہے اوس محبۃ کو اور بہی
کم کر دیا کیونکہ نفرۃ ہوئی تو وہ رغبۃ کہان جو محبۃ کو لازم ہے الغرض ادہر تو روح کو جسم سے وہ تعلق
ضعیف ہو گیا جو سرمایۂ ابصار و سماع تہا ادہر واسطۂ ایصال بعدِ دفن آب خاک ہے جسمین خفیف سی لچک
اور قلیل سا سیلان ہے اسلئے خواہ مخواہ یہی کہنا پڑیگا کہ حدِ قوۃِ اسماع متکلم سے قوۃِ سامعۂ اموات جو بالفعل
فقط روح کے ساتہ قایم ہے اور جسم سے چندان تعلق نہین رکہتی ہے پر بالیقین تعلق بہی موجود ہے گو
ضعیف ہے اور واسطۂ وصولِ آواز مین سیلان اور لچک بہی موجود ہے گو خفیف ہے اسلئے اگر
ادہر سے بوجہ توجہ و اقتراب جو محبۃِ مذکورہ کو لازم ہے تلقیِ آواز یعنی استماع ہو تو بعید نہین اسلئے
مناسب یون ہے کہ قبرستان مین گذرے تو سلام سے دریغ نکرے اور بن پڑے تو ہدیہ مناسب وقت
بہی پیش کرے ورنہ سخت بیمروتی ہے جو یون آنکہین چرائے چلا جائے مگر چونکہ محتاج اور مستغنی محتاج الیہ کا
پکارنا جدا جدا ہوتا ہے اور عوام اپنے خیال خام مین اولیاء کو قادر او متصرف یعنی غنی محتاج الیہ سمجہتے
ہین تو اگر اس زمانہ مین اس امکان استماع کا بہی چرچا کیا جائے تو اس عمل سے نفع دینی تو کچہہ متصور
نہین البتہ قوۃِ مضامین شرکیہ کا گمان غالب ہے اسلئے یون مناسب ہے کہ عوام کو فقط طریقہ
مسنونہ زیارۃِ قبور تعلیم کیا جائے اور اس سے زیادہ کی اطلاع ہونے دی ورنہ اس علم امکان سے
ترقی مدارج تو معلوم کیونکہ ضروریات دینیہ مین سے نہین البتہ مواخذۂ نقصانِ مذکور کا احتمال ہے جب
یہ سب باتین نذرِ خدام ہو چکین تو اس ذیل مین وہ مضمون بہی عرض کئے دیتا ہون جو فی الجملہ قابل
کے مناسب ہے انبیاء علیہم السلام کی ارواح طیبہ کو بعدِ مرگ بہی وہی تعلق اپنے اجسام سے رہتا ہے
جو قبل مرگ تہا یہی وجہ ہی کہ اونکے اجساد مثل اجسام احیاء بوسیدہ ہوتے نہین چنانچہ احادیث مین موجود ہے
اور یہی وجہ ہے کہ اونکی ازواج مثل ازواجِ احیاء اوروں سے نکاح کرنیکا اختیار نہین رکہتی اور یہی وجہ ہے

کہ اونکے اموال کو مثل اموال احیاء اونکے وارث تقسیم نہین کرسکتے اور اسوجہ سے حدیث لا نورث کو معارض
آیۃ یوصیکم اللہ اور آیۃ لا تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابدا کو معارض آیۃ والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا نہین
کہہ سکتے کیونکہ آیۃ یوصیکم اللہ اور آیۃ والذین یتوفون کی مصداق وہ ہین جنکی ارواح کو اونکے ابدان کے ساتھ
وہ تعلق نرہا ہو جو حالت حیات مین تہا چنانچہ للرجال نصیب مما ترک الوالدان مین لفظ ترک اور آیۃ
والذین یتوفون مین مادہ توفی اسپر شاہد ہے علی ہذا القیاس آیۃ ولیخش الذین ترکوا من خلفہم ذریۃ ضعافا
مین لفظ ترکوا قرینہ مضمون معروض ہے کیونکہ جیسے مضمون توفی جبہی چسپان ہوسکتا ہے جبکہ کوئی چیز
نکال لیجائے اور یہ بات یہان اوسیوقت صحیح ہوتی ہے جب روح کو بدن سے نکال باہر کیجیے کیونکہ
الذین کا مصداق آیۃ والذین یتوفون مین وہی ہے اور نیز وہ نہو تو جسم ہو اور ظاہر ہے کہ جسم مورد توفی
وقت مرگ نہین ہوتا اسلیے یہی کہنا پڑتا ہے کہ روح کو ایسے لوگون کی اپنے جسم سے وہ علاقہ نہین رہتا
جو وقت حیات تہا ایسے ہی مضمون ترک بہی گرفتاران محبۃ اولاد و اموال کے حق مین جبہی صحیح
ہوسکتا ہے جبکہ اس خاکدان سفلی کو چہوڑکر عالم علوی کو چلے جائین سو یہ بہی جبہی متصور ہے جبکہ روح
کو وہ تعلق اول نرہے ورنہ وہ ترک نہین بلکہ مثل بندیوان دست و پا بستہ ملاقات اولاد و تصرفات
اموال سے مجبور ہین یہی وجہ ہے کہ قیدیون کی ازواج و اموال اونکے ملک سے خارج نہین ہوتے
اور یہی وجہ ہے کہ سکتہ والے کی ازواج و اموال بدستور اوسکے ملک مین باقی رہتے ہین ان دونون
مین اتنا فرق ہے کہ قیدیون کے اجسام مقید ہوتے ہین اور سکتہ والے کی روح مقید ہوجاتی ہے مگر اوسکا
قیدخانہ یہی جسم خاکی ہوتا ہے اسلیے وہ پہیلاؤ جو بذریعہ ظہور افعال اختیاریہ ہوا کرتا ہے اور نور آفتاب و
قمر کے پہیلاؤ کے مشابہ ہوتا ہے ایسی طرح بند ہوجاتا ہے جیسے چراغ پر کسی ظرف کے رکہدینے کے وقت
اوسکے نور کا پہیلاؤ بند ہوجاتا ہے سو یہی صورۃ بعینہ انبیاء علیہم السلام کی موت کے سمجہیے اتنا فرق ہے
کہ سکتہ مین سواے بعض مواقع تمام اعضا مین سے روح کہنچ لیجاتی ہے اور تمام قواے روحانی کو مثل قوۃ
سامعہ و قوۃ باصرہ اپنے اپنے مواقع سے کہینچ لیتے ہین اور اسوجہ سے اگر تدبیر مناسب مین نہ پڑے تو
رفتہ رفتہ بالکل کہینچ کر باہر کردیتے ہین اور ارواح انبیاء کو بدن کے ساتھ علاقہ بدستور رہتا ہے پر اطراف
و جوانب سے سمٹ آتی ہے اور اپنی حیات جسمانی کو نسبتہ سابق ایسی طرح قوۃ ہوجاتی ہے جیسے ظرف مذکور

رکھدینے کے بعد چراغ کے شعلہ مین نور اپنتہ بڑہجاتی اور سکتہ مین ایسا ہوجاتا ہے جیسے فرض کیجئے چراغ
ٹمٹمانے لگے اور گل ہونیکو ہو بہرحال ارواحِ انبیاء کرام کو بدستور اپنے ابدان کے ساتھ تعلق رہتا ہے
بلکہ کیفیتِ حیاۃ بعد بوجہ اجتماع مدتِ رہی قوۃ آجاتی ہے اور مثل نورِ چراغ وظلمتِ ظرف محیط حیات وموت
دونون مجتمع ہوجاتے ہین اور اس سے بہی روشن مثال اجتماعِ اضداد کی ضرورۃ ہو تو آب گرم کی گرمی
عارضی اور برودۃِ طبعی کو پیش نظر رکہہ کر اپنی اطمینان فرمالیجئے یا ادویۂ حارہ کی برودۃِ خارجی اور ادویۂ
باردہ کی حرارۃِ خارجی پر نظر ڈالئے اور وہم عموم استحالۂ اجتماع اضداد کو دل سے نکالیئے تشریح اسکی یہ ہے
کہ آب گرم کی برودۃِ طبعی وقت حرارۃ بہی موجود ہے یہی سبب ہے کہ آگ کو بجہا رہی ہے اگر وہ برودۃ نہتی
تو یہ آتش کشی کیون ہے علی ہذا القیاس ادویہ مین قوت عروض کیفیہ مخالفۂ طبیعہ اگر طبیعتِ اصلی باقی نہین ہتی
تو یہ تاثیر کیون ہے القصہ اگر ایک ضد طبعی اور ذاتی ہو اور دوسری خارجی عارضی تو پہر یہ اجتماع
محال نہین بلکہ ممکن کثیر الوقوع ورنہ کارخانہ عروض بالکل باطل ہوجائے عروضِ اوصاف وہین ہوتا ہے جہان
اون اوصاف کی اضداد ہوتی ہین زمین مین ظلمتِ اصلی ہی ہو تو اوسپر عارض ہوتا ہے ہان یہ محال ہے کہ
دونون وصفِ متضاد عارضی یا طبعی ہون اور پہر مجتمع ہوجائین مگر یہ ہے تو پہر قوۃِ حیات جسکو قوۃ سامعہ
کی قوۃ بہی لازم ہے انبیاء مین اس بات کو مقتضی ہے کہ اس قوۃِ تعلق قوۃِ سامعہ سے اوس ضعف
واسطہ کا تدارک ہوجائے اور اونکا سماع بعد وفات بہی بدستور باقی رہے اب اگر کسیکو حیاتِ شہداء کا
خیال آئے اور اسوجہ سے کچہہ اور خیال آئے تو اوسکا جواب یہ ہے کہ حیاتِ شہداء اجسام یعنی اجواف
طیر خضر کے اعتبار سے ہے چنانچہ حدیثون مین مصرح ہے اور قرآن مین لفظ عند ربہم جو احیاء کے ساتھ ہے اوسطرف
مشیر ہے اور جب حیاتِ شہداء کی یہ کیفیت ہے تو اونکے ازواج واموال اور ونکی ازواج واموال کی طرح
بعد مرگ اونکے ملک سے نکل جائینگے البتہ ازواج کو نکاحِ ثانی مین اتنا انتظار کرنا پڑیگا جسمین احتمال
اختلاط نطفہ شوہر اول ع شوہر ثانی باقی نہ رہے سو وضعِ حمل مین تو یہ بات ظاہر ہی ہے اور دس دن چار ماہ
مین باین وجہ کہ چار ماہ کے تین چلہ ہوتے ہین اور موافق ارشادِ نبوی تین چلہ کے بعد نفخ روح کی نوبۃ آتی
اور دس دن مین کسیقدر قوۃِ حرکۃ آہی جائیگی جس سے حمل ہوگا تو یقینی ہوجائیگا یہ بات یون ہو جاتی
ہوجاتی ہے کہ بوجہ ظہور حرکاتِ جواعلی درجہ کا ظہور ہے حمل کا تیقن ہوگیا تو موافق آیۃ واولات الاحمال

اجلهن ان یضعن حملهن انتظار وضع حمل کیا جائیگا ورنہ بوجہ عدم حمل بے اندیشہ ہوکر جو چاہو سو کرو غرض ان دونون آیتون مین جو بظاہر دربارۂ میعادِ عدۃ مختلف معلوم ہوتے ہین اختلاف نہین بلکہ منشا دونون آیتون کا وہی نطفون کی اختلاط کا بچاؤ ہے اتنا فرق ہے کہ وضع حمل کے بعد خلو رحم کا یقین تہا اور اسلیے اختلاط کا احتمال ہی نتہا وہان تو بطور قطع یہہ فرمادیا اجلهن ان یضعن حملهن اور دس دن چار ماہ مین اتنا معلوم ہوجاتا تہا کہ حمل ہے کہ نہین اسلیے تربص کا ارشاد ہوا جو یعنی انتظار ہے الحاصل ازواج مثل ازواج دیگر اموات اونکے ملک سے نکل جاتے ہین اور مثل ازواج دیگر اموات عدۃ معینہ تک اون کو ممانعتِ نکاح ہی پر یہہ ممانعت جیسے بوجہ بقاء ملک ور اموات نہین بلکہ بوجہ اندیشہ اختلاط نسب ہے ایسے ہی ازواج شہداء کو بہی اگر ممانعت ہے تو بوجہ بقاء ملک نہین بوجہ اندیشہ اختلاط نسب ہے تاکہ احکام صلہ و میراث و نکاح وغیرہ مین کچہ آمد رفت نہ پیش آئے اور موافق ارشاد جعلناکم شعوبا و قبائل لتعارفوا احکام مذکورہ مین حقیقۃ الحال معلوم رہے کچہ اشتباہ نہو اور وجہ تساوی کی جو شہداء اور اموات باقیہ مین ملحوظ ہے وہی ہے کہ اس بدن کے اعتبار سے دونون کی موت برابر ہے یعنی دونون یہانتک جسم سے بے علاقہ ہوجاتی ہین بلکہ شہدا کی بے تعلقی کچہہ زیادہ ہو تو عجب نہین کیونکہ اونکو جب نعم البدل عنایت ہوگیا تو اب اس جسم کی محبت کیا رہی ہوگی اسلیے اونکا سماع اور اونکی قبور سے استفاضہ زیادہ تر مستبعد ہی اور اونکی ازواج و اموال زیادہ تر قابل اجازۃ غیر ہین کیونکہ احتمال استماع بوجہ بقاء محبت تہا اور امکان فیض بہی اوسی محبت اور توجہ پر مبنی تہا اور ازواج و اموال سے قطع امید اغنیا ربا این نظر تہی کہ ازواج تو موافق ارشاد نساؤکم حرث لکم مزرعۂ اولاد ہین اور ظاہر ہے کہ تخم اولاد یعنی نطفۂ والد جو اس مزرعہ مین بویا جاتا ہے وہ موافق قاعدۂ نباتات اسی جسم سے پیدا ہوتا ہے علی ہذا القیاس اموال جو موافق ارشاد جعل اللہ لکم قیاما اور نیز بالبداہۃ بغرض حفظ جسم خاکی یا مرمت جسم خاکی عنایت ہوا ہے اسی بدن کے لیے ہے سو جب یہ گہوڑا ہے تو گہاس دانہ کا بہی فکر ہے اور وہ نہ ہے تو ان سے بہی مطلب نہین رہتا ایسے ہی یہ بدن ہے تو ازواج و اموال سے بہی تعلق ہے اور اس بدن ہی کو چہوڑ گئے تو پہر اوسکے متعلقات سے کیا مطلب رہ گیا اسلیے یون مناسب ہے کہ یہہ خدا کی نعمتین بوجہ بیکار نرہین یعنی اموال کو اوسکے وارثون مین تقسیم کردیا جائے اور ازواج کو اجازہ ہوجائے کہ وہ اپنا فکر خود کرلین مگر اور لوگ تو سب کو چہوڑ جاتے ہین اور

انبیاء کرام علیہم السلام فقط مال کو چھوڑ دیتے ہین کیونکہ ازواج دینے کے قابل ہی نہین جو چھوڑ دیجے
بالجملہ انبیاء اموال کو چھوڑ دیتے اور اموات باقی ازواج و اموال دونون کو چھوڑ جاتے ہین چنانچہ وقت
موت اورونکی مجبوری اور انبیاء کی خودمختاری جسپر اونکی رضا سے اونکی ازواج کا مقبوض ہونا دلالة کرتا ہے
اس فرق پر شاہد ہے اور ظاہر ہے کہ چھوڑ جاتے ہین تو جانے کی ضرورة مین چھوڑنا پڑتا ہے ورنہ اصل مین
چھوڑنا ناگوار ہوتا ہے اور چھوڑ دینے مین دینے کے لیئے باختیار خود چھوڑتے ہین سو اسی فرق کے اظہار
کے لیئے آپ نے یہہ ارشاد فرمایا ما ترکناه صدقة تاکہ لفظ صدقة چھوڑ دینے پر دلالة کرے اور کسیکو چھوڑ جانیکا
وہم نہو جو انجام کار یہ وہم ہو کہ ترک ہے تو ما ترک مین آپکا متروکہ بھی داخل ہوگیا اسلیئے یون مناسب ہے کہ موافق ارشاد
یوصیکم اللہ اوسمین بھی میراث جاری ہو کیونکہ چھوڑنا جو مفہوم ترک ہے گو دونون مین مشترک ہے مگر
وہی فرق ہے جو مینے عرض کیا اسیلئے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ صدقة سے ایک قسم
ترک کو متعین کردیا ایسے ہی لفظ للرجال نصیب للنساء نصیب سے خدا نے اورونکے حق مین قسم ثانی
ترک کو معین کردیا علیٰ ہذا القیاس آیة ولیخش الذین بقرینہ خافوا علیہم مین قسم ثانی کی تخصیص فرما دے شرح
اس معمّا کی یہ ہے کہ خوف اوسیوقت متصور ہے جبکہ بمجبوری چھوڑ کر جایئے اور باختیار خود چھوڑ دیجے تو
کیا خوف ہے جو چیز اورونکو دے بیٹھتے ہین وہ ضائع ہو یا باقی رہے اپنی بلا سے غرض جس چیز سے خود
بے تعلق ہو جاین وہ رہے یا جائے اوسکا کیا خوف علیٰ ہذا القیاس اموال کو باختیارِ خود ہم وقتِ مرگ
چھوڑ دیا کرین تو جسکو ہم دیجایا کرین وہ اوسیکا ہے جیسے ایام حیات کی تصرفات مین خدا کو کچھہ مزاحمت
نہتی اس صورة مین وقتِ مرگ بہی خداوندِ عالم دخل ندیتے مگر یہہ ارشاد اوسی بناء پر ہے کہ اموات اپنے
اموال کو چھوڑ کر جاتے ہین چھوڑ دینا نہین ہے چنانچہ موت کی مجبوری خود اسپر شاہد ہے کہ دل خستہ بدستور
اسیر محبتہ ازواج و اموال و اولاد ہے پہر کیونکر کہدیجے کہ ہم چھوڑ دیتے ہین نہین یہ چھوڑ جانا ہے سو یہہ
چھوڑ جانا اوسیوقت متصور ہو کہ جسم سے اخراج روح ہو اور جس قسم کا اوسکا دخول تہا جسپر یہہ تمام آثار تسلط
یعنی باختیارِ خود جسم اور اعضاء جسم سے کام لینا دلالة کرتا ہے اوسکے مناسب خروج متحقق ہو جائے سو یہہ
بات بدلالہ فرقِ احکامِ مذکورہ اور اموات مین تو ہوتی ہے پر انبیاء مین نہین ہوتی یعنی بقاء حیات کا
انبیاء کرام علیہم السلام کے لیئے ضروری ہوتا اور سوا اونکے اورونکے لیئے ضروری نہوتا اور ازواج انبیاء کرام

علیہم السلام کو نکاحِ ثانی کی اجازة کا نہونا اور اونکی ازدواج کی نہی اس اجازة کا ہونا اور اموال
انبیاء کرام علیہم السلام مین میراث کا جاری نہونا اور اونکی اموال مین جاری ہونا اسپر شاہد ہے کہ
ارواح انبیاء کرام علیہم السلام کا اخراج نہین ہوتا فقط مثل نور چراغ اطراف وجوانب سے قبض
کر لیتے ہین یعنی سمیٹ لیتے ہین اور سوا اونکے اور ونکی ارواح کو خارج کر دیتے ہین اور اسیلیے سماع انبیاء
کرام علیہم السلام بعد وفات زیادہ تر قرین قیاس ہے اور اسیلیے اونکی زیارة بعد وفات بہی ایسی ہی ہے
جیسے ایام حیات مین احیاء کی زیارة ہوا کرتی ہے اور اسوجہ سے یون نہین کہہ سکتے کہ زیارة نبوی
صلی اللہ علیہ وسلم مثل زیارة مسجد زیارة مکان ہے اور سہو وجہ سے بحکم لاتشدوا الرحال وہان لیس اہتمام سے
جانا ممنوع ہے بلکہ وہ زیارة مکانی نہین زیارة مکین ہے سو اگر لاتشدوا الرحال الی مسجد محذوف ہو
بلکہ الی مکان ہے محذوف ہو جنس قریب مستثنے نہین بلکہ جنس بعید مستثنے لین اور وجہ یہ ہو کہ
وجہ ممانعت یہ ہے کہ محنت بے سود ہوگی سو زیارة جملہ مکانات مین خواہ مسجد ہو خواہ کچہہ اور سوائے مساجد
ثلثہ جنکا ثواب عظیم ظاہر ہے یہہ وجہ برابر ہے تب بہی زیارة نبوی مین کچہہ حرج نہین بلکہ اس قسم
کی امید ہے جسکا نتیجہ مغفرة اور رضوان خداوندی نظر آتا ہے کیونکہ یہ زیارة مکان نہین زیارة مکین
ہے زیادہ کیا عرض کرون عنایت فرما کر اس تحریر کی نقل یا خود یہہ اصل عنایت فرمائین ورنہ ایام نقاہت
کی یہ کارگزاری انجام کار بہت دشوار معلوم ہوگی زیادہ بجز التماس دعا اور کیا عرض کرون میری
کیفیت یہہ ہے کہ ایک مدت سے کسی نہ کسی مرض مین مبتلا رہتا ہون دعا کا محتاج باقی بیماری کی
اس نواح مین کثرت ہے حاضرین خدمت کی خدمت مین سلام الجواب محمد سوم ذیقعدہ ۱۲۹۹ ہجری
نبوی روز چار شنبہ ٭

تمت